Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ **الفضل** ربوہ
فون ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۵/۴۰ | منگل - ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ ، ۶ نبوت ۱۳۶۹ ہش ، ۶ نومبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۰۰

اخبار احمدیہ

ربوہ حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالے کی صحت خدا تعالے کے فضل و کرم سے اعجازی رنگ میں بہتر ہو رہی ہے۔

جملہ احباب اپنی خاص دعاؤں میں حضرت سیدہ ممدوحہ کو یاد رکھیں۔ اللہ تعالے اپنے فضل و رحم سے جلد اور کامل شفا عطا کرے۔ اور صحت و تندرستی والی طویل عمر سے نوازے۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"دیکھو پانی کو کیسا ہی گرم کیا جائے۔ ایسا سخت گرم کیا جائے کہ جس چیز پر ڈالیں وہ چیز جل بھی جائے، پھر بھی اگر اس کو آگ پر ڈالو تو وہ آگ کو بجھا دے گا کیونکہ اس میں خدا تعالے نے یہ خاصیت رکھ دی ہے کہ وہ آگ کو بجھا دیوے۔ ایسا ہی انسان کیسا ہی گناہ میں ملوث ہو اور کیسا ہی بدکاری میں غرق ہو پھر بھی اس میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ معاصی کی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ اگر یہ بات انسان میں نہ ہوتی تو پھر وہ مکلف نہ ہوتا بلکہ پیغمبر رسول کا آنا بھی پھر غیر ضروری ہوتا۔ مگر دراصل فطرت انسانی پاک ہے اور جیسا کہ جسم کے لئے بھوک اور پیاس ہے تو کھانا اور پینا بھی آخر میسر آجاتا ہے۔ انسان کے واسطے دم لینے کے واسطے ہوا کی ضرورت ہے تو وہ موجود ہے اور جسم کے لئے جس قدر سامان ضروری ہیں جبکہ وہ سب مہیا کر دیئے جاتے ہیں تو پھر روح کے واسطے جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ کیوں مہیا نہ ہوں گی۔ خدا تعالیٰ رحیم غفور اور ستار ہے اس نے روحانی بچاؤ کے واسطے بھی تمام سامان مہیا کر دیئے ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ روحانی پانی کو تلاش کرے تو وہ اسے ضرور پالے گا۔ اور روحانی روٹی کو ڈھونڈے تو وہ اسے ضرور دی جائے گی۔ جیسا کہ ظاہری قانون قدرت ہے ویسا ہی باطن میں بھی قانون قدرت ہے۔ لیکن تلاش شرط ہے جو تلاش کرے گا وہ ضرور پالے گا۔ خدا تعالے کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں جو شخص سعی کرے گا۔ خدا تعالے اس سے ضرور راضی ہو جائے گا۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۹۴-۹۵)

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں داخلے

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں درج ذیل کورسز میں داخلہ جات شروع ہیں۔

۱۔ پوسٹ گریجوایٹ ڈپلومہ۔
تدریس انگریزی بطور غیر ملکی زبان

۲۔ ڈگری پروگرام۔
(i) بی۔ بی۔ اے (ii) بی کام (iii) انٹرنیشنل مارکیٹنگ (iv) پاپولیشن سٹڈیز (v) زبان وادب (vi) ابلاغ عامہ (vii) لائبریری انفارمیشن سائنسز (viii) اسلامک سٹڈیز (ix) سوشل سائنس (x) عمومی گروپ (xi) اوپن گروپ۔

۳۔ انٹرمیڈیٹ پروگرام
(i) زراعت (ii) ہوم اکنامکس (iii) تعلیم (iv) کامرس (v) سیکرٹیریل پریکٹس (vi) سوشل سائنس (vii) عمومی گروپ (viii) اوپن گروپ

۴۔ سرٹیفکیٹ لائبریری سائنس۔

۵۔ اللسان العربی۔

۶۔ زرعی کورسز۔
(i) مرغبانی (ii) ٹریکٹر کی دیکھ بھال (iii) سبزیوں کی کاشت۔

۷۔ میٹرک پراجیکٹ (صرف خواتین کے لئے)

تفصیلات جاننے کے لئے صوبائی سطح کے علاقائی دفاتر یعنی پشاور۔ کوئٹہ۔ کراچی۔ لاہور۔ میرپور اور گلگت سے رابطہ کریں۔

معلوماتی کتابچہ اور داخلہ فارم ۱۰ روپے ادا کر کے نیشنل بنک اور الائیڈ بنک کی نامزد شاخوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یونیورسٹی سے منگوانے کے لئے ۱۰ روپے کا بنک ڈرافٹ بنام خازن بھجوا کر فارم داخلہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

داخلہ ۳۰ نومبر تک جاری رہے گا۔ لیٹ فیس کے ساتھ داخلے کی آخری تاریخ ۱۰ دسمبر ۹۰ء ہے۔ داخلے کے بارے میں تعارفی پروگرام ۱۴ نومبر کو شام ۵ بجے ٹیلی ویژن پر ٹیلی کاسٹ ہوگا۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ)

مالی قربانی انسان میں تزکیہ نفس پیدا کرتی ہے

مالی قربانی میں تم جتنا آگے بڑھو گے خدا تمہاری اصلاح فرماتا چلا جائے گا

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"مالی قربانی کرتے وقت خواہ کسی رنگ کی ہو تحفہ ہو یا صدقہ یا دکھاوے کے لئے ہو، کسی غرض سے بھی مال خرچ کیا جائے ہر خرچ کرنے والے کے سامنے ایک چہرہ ہوتا ہے جس کی وہ رضا چاہتا ہے دکھاوا کرنے والے بھی جب خرچ کرتے ہیں تو عوام کا چہرہ ان کے سامنے ہوتا ہے بغیر دکھاوے اور بغیر ایسے مقصد کے جس کے نتیجہ میں کوئی راضی ہو کوئی انسان کوئی چیز خرچ نہیں کرتا۔ اپنے لئے بھی خرچ کرے تو خود جانتا ہے کہ وہ اپنے لئے خرچ کر رہا ہے۔ اپنے بیوی بچوں کے لئے خرچ کرے تو اسے چین نہیں آسکتا۔ جب تک ان کو پتہ نہ چلے کہ خرچ کرنے والا کون ہے۔ اسی لئے پنجابی میں کہتے ہیں کہ سوئے ہوئے بچے کا منہ چومنے کا کیا فائدہ اس کو پتہ نہیں چلتا کہ کون منہ چوم گیا۔ مائیں بھی چومتی ہیں تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ بچے کو معلوم ہو کہ کس نے اس کا منہ چوما ہے۔ اللہ تعالے ان سارے احکامات کا ذکر اس آیت میں کر کے فرماتا ہے کہ تم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے کی وجہ سے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالے کی خاطر خرچ کرتے ہو۔ اس لئے یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ سوئے ہوئے بیٹے کا منہ چوم رہے ہو بلکہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہمہ وقت جاگنے والے آقا کے قدموں میں تم ایک نذر پیش کر رہے ہو اور وہ ہر حال میں ہر وقت نہ صرف تمہاری مالی قربانی کے ظاہر سے واقف ہے بلکہ اس مالی قربانی کے پس پردہ جذبات سے بھی واقف ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر : آغا سیف اللہ ، پرنٹر : قاضی منیر احمد
مطبع : ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت : دار النصر غربی - ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۶ ۔ نبوّت ۱۳۶۹ ہش ۶ ۔ نومبر ۱۹۹۰ء

نیکی اور بدی کی پہچان

نیکی اور بدی صاف صاف بھی ہوتی ہے اور ڈھکی چھپی بھی ۔ صاف صاف ہو تو ہر شخص پہچان لیتا ہے کہ یہ نیکی ہے اور یہ بدی ۔ ڈھکی چھپی ہو تو جو رنگ اس پر چڑھا کر اسے چھپایا گیا ہوگا وہی رنگ نظر آئے گا ۔ چاہے وہ اصلیت سے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو ۔ بعض اوقات یہ رنگ بے توجہی سے چڑھ جاتے ہیں اور بعض اوقات جان بوجھ کر چڑھائے جاتے ہیں ۔

اگر بے توجہی سے کوئی رنگ چڑھ گیا ہو تو توجہ دلانے سے جلد اُتر جاتا ہے اور اگر جان بوجھ کر چڑھایا گیا ہو تو اُتارنے کی تلقین سے رنگ اور بھی گہرا ہوتا چلا جاتا ہے ۔ یہی ریاء کا رنگ ہے ۔ ریاء انسان کے ضمیر کو مُردہ کر دیتی ہے اور جب ریاء کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو انسان اور بھی زیادہ ریاءکار بننے کی کوشش کرتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمیں سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے اپنی نیکی اور بدی کو صاف صاف رکھنا ہے ۔ اس فیصلہ سے نیکی اور زیادہ پختہ ہوتی جائے گی اور بدی آہستہ آہستہ دُور ہونے لگے گی ۔ بات تو ہے سوچ کی اور دل کے جذبات کی اگر ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ سوچ کو درست رکھیں گے اور دل کے جذبات کو غلط راہ پر نہیں چلنے دیں گے تو ہم کیسے بھی ہوں آہستہ آہستہ نیکیوں کی طرف ہمارا قدم اٹھنے لگے گا ۔

تقویٰ کی رُوح کو سامنے رکھنے سے نیکی اور بدی کے تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں ۔ ہر کام خدا خوفی سے یعنی یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے ۔ یا یہ بات اُس کی ناپسندیدگی کا باعث ہے ۔ جو بات دل میں کھٹکتی ہے کہ شائد بُری ہو اور لوگوں سے چُھپا کر کرنی پڑے ۔ اسے چھوڑ دیا جائے ۔ جس بات سے انسان کا دل مطمئن ہو کہ اچھی ہے اور مَیں سب کے سامنے کر سکتا ہوں ۔ سب کے سامنے اس کا ذکر کر سکتا ہوں ۔ سب اسے اچھا سمجھیں گے ۔ وہ بات کر لی جائے ۔ وہی اچھائی ہے ۔ ایسا کرنے سے آہستہ آہستہ انسان نیکی کے لئے اتنا تجربہ کار ہو جاتا ہے کہ سُنتے اور دیکھتے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ نیکی ہے اور وہ بدی ۔ یہی راہ راست ہے ۔

جو بیچ سکو بِک جانے دو ناموسِ قلم کو مَت بیچو
قیمت میں اگر خوشیاں بھی ملیں تو اپنے غم کو مَت بیچو

منزل پہ پہنچ کر منزل کی مشکل کو کبھی مشکل نہ کہو
اب دار پہ سر رکھا ہے تو تم اپنے بھرم کو مَت بیچو

ابوالاقبال

ترے ہی چہرے میں خود کو نڈھال پاتا ہوں
تجھی کو دیکھ کے دل کو سنبھال پاتا ہوں

تو آئنہ ہے مرا مجھ پہ میرے عیب نہ کھول
وگرنہ وصل کو مَیں پُر ملال پاتا ہوں

ہر ایک شخص ہے اپنی ہی ذات کا محور
ہر ایک شخص کو محوِ خیال پاتا ہوں

ترے جمال سے ملتی ہے سب کو رعنائی
ہر اک جلال میں تیرا جلال پاتا ہوں

ہے جس پہ جان نچھاور اسی سے دُور رہوں
یہ بات اپنے لئے مَیں محال پاتا ہوں

مری نگاہ کا موسم بدلتا رہتا ہے
کبھی بہار کبھی برشگال پاتا ہوں

کسی کے ہاتھ میں سچ ہے کسی کے ہاتھ میں جھوٹ
اور اس تضاد کو مَیں باکمال پاتا ہوں

وہ آئیں سنگ بدست اور آزمائیں مجھے
وبال ہی سے مَیں لُطفِ وبال پاتا ہوں

نسیم لوگ سمجھتے ہیں خود کو اہلِ جواب
مَیں دل کی بات کو بھی اِک سوال پاتا ہوں

نسیم سیفی

"اکثر ایسے مریض جن کے لئے ڈاکٹر بھی فتویٰ دے چکتے ہیں اور کوئی سامان ظاہری زندگی کے نظر نہیں آتے ان کے واسطے دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو معجزانہ رنگ میں شفا اور زندگی عطا کرتا ہے گویا کہ مُردہ زندہ ہونے والی بات ہوتی ہے ۔"

(ملفوظات جلد دہم صـ ۲۴۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر لطیف احمد قریشی

محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب

فضلِ عمر ہسپتال کی ہر اینٹ مجھے محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کا پتہ دیتی ہے۔ ہر لکڑی سے ان کی خوشبو آتی ہے۔ دروازوں میں لگے ہوئے ہینڈل اور تالے غرض ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز سے ان کی شخصیت اور طبیعت کا پتہ چلتا ہے۔ جب یہ تعمیر شروع ہوئی تو وہ بہت کم مائیگی کا زمانہ تھا۔ تقسیم ملک کے بعد اقتصادی حالات خراب تھے ایک نیا قصبہ آباد ہو رہا تھا اور جماعت کی بہت سی عمارتیں اور ادارے زیر تعمیر تھے حضرت فضل عمر نے انجمن سے چند ہزار روپے ہسپتال کی تعمیر کے لئے مکرم میاں صاحب کو دلوائے۔ اپنے ہاتھوں سے دعاؤں کے ساتھ اس عمارت کی بنیادی اینٹیں نصب فرمائیں اور پھر تعمیر کا کام مکرم میاں صاحب کے ذمہ لگا دیا اور انہوں نے نہایت عمدگی اور کفایت شعاری کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کی عمارت جس کی مالیت موجودہ زمانے کے اعتبار سے کروڑوں روپے ہے، تعمیر کرکے قوم کے حوالے کر دی۔ اس زمانے میں میں جب ربوہ آیا کرتا تھا تو ابھی طالب علم تھا۔ عمر چھوٹی تھی لیکن ربوہ میں گھومنے اور جماعت کے ادارہ جات کو دیکھنے کا شوق دل میں ہوتا تھا۔ ہسپتال کی عمارت نئی نئی تعمیر ہوئی تھی۔ بہت ہی پیاری لگتی تھی اور دل خوشی سے پھولا نہ سماتا۔

لیکن عمارت کے ساتھ ساتھ ایک اور چیز ہسپتالوں کی تعریف کے لئے ضروری ہوا کرتی ہے کہ اس کے بغیر بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور اعلیٰ درجہ کی قیمتی مشینیں بھی بے کار ہوتی ہیں اور وہ مخلوق کی خدمت کا جذبہ ہے۔ مکرم میاں صاحب نے اس جہت میں بھی بے مثل کام کیا۔ یوں لگتا ہے کہ غریب۔ دکھی۔ کم مایہ بیماروں کو دیکھ کر ان کا دل تڑپ اٹھتا تھا۔ اس زمانے میں تپ دق اس علاقے میں بہت کثرت سے تھی۔ خون کی کمی۔ ملیریا اور پیٹ کی بیماریاں عام تھیں۔ علاج کے لئے لوگوں کے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے اور علاج کے بغیر غریب اور بے سہارا مریض بہت ہی تکلیف اٹھاتے تھے۔ بلا امتیاز ملت و مذہب ان کی تکلیفوں کا دکھ اپنے دل میں محسوس کرتے تھے اور ان کی تکلیفوں کے مداوا کے لئے کوشش فرماتے تھے۔ حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) بیمار تھے۔ جماعت کرب اور تشویش میں مبتلا تھی۔ دعائیں کرتی تھی۔ صدقات دیتی تھی۔ غرض ایک اضطراب کی حالت تھی۔ مکرم میاں صاحب حضور کے معالج بھی تھے اور تمام حالات سے واقف بھی تھے۔ اضطراب کی اس حالت کو غریبوں اور بیکسوں کے علاج کا ذریعہ بنا دیا اور ایک ایسا فنڈ قائم کیا جس سے سینکڑوں ہزاروں مریضوں کا بروقت خاطر خواہ علاج ہوتا رہا۔ یہ فنڈ آج بھی قائم ہے اور جن کی وجہ سے قائم ہوا تھا یعنی حضرت فضل عمر اور جن کے ذریعے سے قائم ہوا یعنی محترم میاں صاحب کے لئے ایک صدقہ جاریہ کے طور پر غریب بے کس اور بے سہارا مریضوں کے علاج کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

میں جب ابتداء میں انگلستان سے آیا اور ربوہ میں کام شروع کیا تو وہاں کی نیشنل ہیلتھ سروس میں کام کرنے کی وجہ سے صرف مریض کو اچھے سے اچھا علاج فراہم کرنے کی کوشش ہوا کرتی تھی اور امداد مریضاں کے فنڈ کی وجہ سے کبھی بھی مجھے اپنی اس کوشش میں ناکامی نہیں ہوئی یوں لگتا تھا کہ گویا دولت مند انگلستان کی ویلفیئر سٹیٹ کا طریق ہی اس چھوٹے سے کم مایہ اور غریب ہسپتال میں جاری و ساری ہے۔

مکرم میاں صاحب نے جب ڈاکٹری تعلیم مکمل کی تو دوسری جنگِ عظیم جاری تھی اور حکومت ہند اور برطانیہ کو ڈاکٹروں کی بہت ضرورت تھی۔ مکرم میاں صاحب واقف زندگی تھے۔ اس وقت میاں صاحب نے اپنی اعلیٰ تعلیم اور ترقی کی خواہشات کو قربان کرتے ہوئے میو ہسپتال میں سرجری کرنے کے مواقع کو رد کر دیا اور جماعت کی خدمت کو ترجیح دیتے ہوئے قادیان میں آنا مناسب سمجھا اور پھر حضرت فضل عمر کے ارشاد پر سرجری کا تجربہ حاصل کرنے کے لئے امرتسر کے میڈیکل کالج میں ملازمت اختیار کی۔ ان کے کئی شاگرد مجھے ملے ہیں اور بڑی محبت اور عزت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔

میاں صاحب کو سرجری کے ذریعے سے خدمت کرنے کا بہت شوق تھا لیکن SPECIALIZATION کے اس زمانے میں یہ شوق خاطر خواہ طور پر پورا نہ ہو سکا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے صاحبزادہ کو ایک اعلیٰ سرجن بنا کر اور پھر جماعت کے لئے اپنی زندگی وقف کرکے جماعت کے ہسپتال میں خدمت کے لئے آکر میاں صاحب کی اس خواہش کو بڑے ہی احسن طریق پر پورا کیا۔ ایک چھوٹے سے گاؤں کے معمولی سے ہسپتال میں کام کرنے کے باوجود اپنے علم کو بڑھانے اور طب کے میدان کے تمام جدید تقاضوں سے واقف رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

دعا کے ساتھ نہایت ہمدردی اور ذہانت سے علاج کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں بے حد شفا دی تھی دور و نزدیک سے غریب اور امیر ہر قسم کے مریض صرف میاں صاحب کا نام سن کر ربوہ آتے تھے اور شفایاب ہو کر واپس جاتے تھے۔ جو ادویہ خرید نہ سکتے ہوں انہیں ہسپتال کے سٹور سے مفت ادویہ فراہم کرتے۔

حضرت فضل عمر کا یہ ارشاد کہ "احمدی ڈاکٹر اپنے ذہن پر زور دے کر ہر بیماری کے لئے ایسا علاج تجویز کریں جو مؤثر ہونے کے علاوہ سستا بھی ہو" ہمیشہ مدنظر رکھا۔ نزلہ زکام وغیرہ کے لئے ایسی ادویہ رائج کیں جن کے ذریعے سے چند پیسے میں مریضوں کا بہت ہی مؤثر علاج ہو جاتا تھا۔ ہسپتال میں ہی ادویہ تیار کرواتے اور مریضوں کو مہیا کرتے تھے۔ طریقۂ علاج کے سلسلے میں طبیعت میں کوئی تعصب نہیں تھا۔ حکمت کی دوائیاں بھی مریضوں کو دے دیا کرتے تھے بلکہ بہت سے بیش قیمت اور مفید دیسی نسخہ جات جانتے تھے اور استعمال کرواتے تھے۔ اسی طرح ہومیوپیتھک ادویہ بھی استعمال کروایا کرتے تھے۔

اپنے ماتحت عملے سے پیار کا سلوک ان کی طبیعت کا ایک خاص پہلو تھا۔ اپنے غریب کارکنوں کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ مددگار۔ بیلدار۔ جمعدار سے لے کر ڈاکٹروں تک کے ساتھ شفقت اور پیار کا سلوک ہوتا تھا۔ ان کی کم مائیگی کا احساس کرتے تھے۔ کم تنخواہوں پر کام کرنے اور قربانی کی قدر کرتے تھے اور اپنی دعاؤں میں سب کو یاد رکھنے کے علاوہ ہر ممکن طریق سے ان کی مدد کرتے رہتے تھے۔

گرمیوں کے دنوں میں مریضوں کی کثرت ہوتی تھی۔ میں کام میں منہمک ہوتا تھا۔ اکثر کام پر مجھے بلاتے یا اپنا مددگار بھجواتے اور بڑے پیار سے مجھے اپنے ساتھ چائے کی ایک پیالی میں شریک کرتے۔ سال ہا سال تک ان کا یہ طریق رہا۔ چائے کے ساتھ کھانے کی کوئی ہلکی پھلکی چیز جو اپنے گھر سے بنوا کر لایا کرتے تھے ساتھ ہوتی۔ کچھ ہسپتال کی ترقی کی باتیں ہوتیں۔ کچھ پیچیدہ مریضوں کے متعلق مشورہ ہوتا غرض بہت مختصر وقت میں پیار کا ایک نہایت حسین جلوہ تمام دن طبیعت میں خوشی اور انبساط کی کیفیت قائم رکھتا تھا۔ ہسپتال میں کام کرنے والے ایک کنبہ کے افراد کی طرح تھے اور اللہ کے فضل سے یہ روایات آج بھی اسی طرح جاری ہیں۔

ایک چیز جس نے مجھے بے حد متاثر کیا وہ ان کی دعائیں اور آہ و زاری تھی۔ نماز میں بہت ہی دعا کیا کرتے تھے ہسپتال میں ایک جگہ ایسی بھی ہے جہاں پر حضرت فضل عمر نے ربوہ میں سب سے پہلی دفعہ نماز ادا کی۔ اس مقام پر میاں صاحب نے بیت الذکر تعمیر کروائی اور سالہا سال تک اسی مقام پر کھڑے ہو کر نمازوں میں امامت فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں اور افراد وہاں پر امامت کرتے رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد آپ نے جو آخری نماز وہاں پر ادا کی اس میں میں بھی شامل تھا۔ جدائی اور دکھ کا ایک عجیب احساس تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ اس کے بعد اپنی بیماری کے باعث کبھی اس بیت الذکر میں تشریف لا سکے۔

میں نے حضرت میاں صاحب سے یہ سبق سیکھا کہ مریضوں کے علاج میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی شفاء پر مکمل یقین رکھا جائے اور اپنے تئیں بطور معالج لاشئے محض تصور کرتے ہوئے ادویہ کو اس لئے ضروری سمجھا جائے کہ ان کے استعمال کا خدا نے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ میاں صاحب کے ہر نسخے سے اس بات کا اظہار ہوا کرتا تھا اور ان کے ساتھ کام کرنے والوں نے اس چیز کو محسوس کیا اور جنہوں نے اسے اپنا لیا انہوں نے اس اصول سے بہت فائدہ اٹھایا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شخصیات

علامہ نیاز فتحپوری

بابائے اُردو مولوی عبدالحق مرحوم نے علامہ نیاز فتحپوری کے متعلق لکھا۔

جناب نیاز کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ اُردو علم و اَدب میں بحیثیت نثار و ناقد کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں اور اسلئے توقع یہ ہے کہ ان کی زیرِ ادارت یہ رسالہ (نگار) فروغ پائے گا۔

اثر لکھنوی کہتے ہیں۔

'نیاز صاحب اُردو کے بہترین نقاد اور ادیب ہیں۔ اس کے ساتھ ان کا مبلغ علم نہایت وسیع اور دقیق اور مطالعہ گہرا بلکہ ہمہ گیر ہے۔ اختلاف رائے کی اور بات ہے۔ مگر یہ امر واقع ہے کہ آج کوئی ادیب ان کا مدِمقابل تو کیا ہم پلہ بھی نہیں۔"

مولانا عبدالماجد دریابادی نے کہا۔

" نیاز صاحب سخن سنج اچھے ہیں شعر کی پرکھ خوب رکھتے ہیں۔ اور صاحب طرز ادیب ہیں۔"

فراق گورکھپوری نے کہا۔

'نیاز صاحب ہمارے ادب و تہذیب کے قطب مینار ہیں۔ میں قریب قریب ستر برس کی عمر میں یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں نے ان کی تحریروں سے اُردو سیکھی ہے اور ان کا رسالہ نگار ۴۰ برسوں سے میرے لئے ایک فیض گاہ یا درس گاہ رہا ہے۔ میرا ناچیز ادب حضرت نیاز کے ادب سے بہت مختلف چیز ہے۔ لیکن اسکے تخلیق و تعمیر میں حضرت نیاز کی تحریریں بہت ممد و معاون و موثر قوت کا کام کرتی رہی ہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ جو ادیب معتقدِ نیاز نہیں وہ آپ بے بہرہ ہے۔"

ڈاکٹر سید اعجاز حسین نے کہا

"نیاز فتح پوری کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اُردو اَدب میں اپنے رنگ سے ایک قابلِ قدر اضافہ کیا۔ نیاز کے یہاں جو چیزیں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ ان کا مخصوص طرز بیان اور زورِ قلم ہے۔ ان کی کتابوں کی فہرست ہی بتا دے گی کہ نیاز اکثر مختلف موضوعات پر طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ اور ہر جگہ وہ اسی ادبی شان کو برقرار رکھتے ہیں جو ان کیلئے مخصوص ہے نیاز کی تحریر میں بے باکی اور آزادی رائے قدم قدم پر موجود ہے۔"

مجنوں گورکھپوری کہتے ہیں۔

نیاز کے اسلوب میں بیک وقت ایک ٹھہری ہوئی سنجیدگی اور سنبھلی ہوئی شوخی باہم ملی جلی ہوئی پائی جاتی ہیں۔ یہ اسلوب ایسا ہوتا ہے کہ نازک سے نازک رنگین مسائل پر شگفتگی اور دلآویزی کے ساتھ بحث کی جاسکتی ہے۔ موضوع کی خشکی یا تلخی کو اسلوب کی کیفیتوں میں اس طرح لپیٹ لینا کہ محسوس نہ ہونے پائے۔ معمولی بات نہیں ہے اُردو نثر کی نئی نسل نے یہی ہنر نیاز سے پایا ہے اور جب تک اُردو زبان کا کوئی مستقبل ہے اس کے ادیبوں کی نئی نسل نیاز کے اثر سے بے نیازی نہیں برت سکتی۔ اردو نثر کی تاریخ میں نیاز کا اسلوب ایک زندہ قوت ہے جسکے اثرات کبھی فنا نہیں ہو سکتے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ نے کہا۔

نیاز اُردو انتقاد کی تاریخ میں امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ ان کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے ناتمام اور نارسا شاعری میں سخت گرفت کی ہے۔ انہوں نے سہل نگاری کیخلاف سخت احتجاج کیا ہے۔ جو شاعر کو اسکے فن کے بارے میں کام چور بنا دیتی ہے۔ شاعری کے چمن میں سبزہ بیگانہ کی نمود نیاز کو ایک آنکھ نہیں بھاتی اور سبزہ بیگانہ سے مراد وہ کھردری بے ساختگی ہے جو شاعر کو اپنے کلام پر نظر ثانی کرنے سے روکتی ہے۔

رئیس احمد جعفری نے کہا

نیاز صاحب کی شخصیت کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ بہت اچھے انسان ہیں اور بہت اچھے مسلمان ہیں۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے کہا۔

بعض لوگوں کو نیاز کے مسلک اور بعض معاملات میں ان کے خیالات و معتقدات سے اتفاق نہ ہوگا۔ سر سیّد سے بھی بعض لوگوں کو اختلاف تھا۔ لیکن اسکے باوجود تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نگار نے اور خاص طور پر نیاز صاحب کے آزادئ فکر و نظر اور آزادی گفتار و قلم کی ایک صحتمند اور جرات مندانہ روایت کو پروان چڑھایا ہے۔

مالک رام نے کہا

میں نے نیاز صاحب سے بہت استفادہ کیا اور بہت کچھ سیکھا ہے اور میری معنوی نشوونما میں نگار کا بہت ہاتھ رہا۔

آل احمد سرور کہتے ہیں:

فانی۔ سلیم اور عبدالحق کے بعد نیاز ہمارے بڑے نقادوں میں سے ہیں بلکہ ادبی شعور کی گہرائی کے لحاظ سے وہ سلیم اور عبدالحق سے بھی بلند ہیں انتقادیات ہماری تنقید میں ایک مفید اضافہ ہے۔ عبدالحق نے ہمارے کلاسیکی ادب کو جسے ہم مردہ سمجھ بیٹھے تھے ہمارے لئے زندہ کیا مگر نیاز نے اسے آب و رنگ اور شگفتگی عطا کی۔

مولانا امتیاز علی عرشی کہتے ہیں:

مولانا کا نام اُردو ادب میں نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ چونکا دینے والا بھی ہے ان کی قلم نے زنگ آلود ذہنیتوں کو مجلّٰی و مصفّٰی کرنے کا کام جس بے باکی سے کیا ہے۔ وہ بجائے خود لائق ستائش ہے۔"

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کہتے ہیں

زبان دانی کا سب سے اونچا درجہ طرز ادا ہے اور اسمیں مجھے اُردو کا کوئی نثر نگار نیاز صاحب سے آگے نہ دکھائی دیا۔ ان کے طرز میں ایک عجیب رنگینی کے ساتھ ایک عجیب شگفتگی اور عجیب روانی ہے جو کسی نثر نگار کے یہاں نہیں ملتی۔ متعلق موضوعات کو ان کا قلم جس طرح دلچسپ بناتا ہے وہ سر سیّد تک کو نہ نصیب نہ ہوئی۔ اس وقت میں ان کی معجز بیانی کی تنقیدی تحلیل نہیں پیش کرنا چاہتا مگر یہ ضرور کہوں گا کہ ہماری نثر سر سیّد سے شروع ہو کر جس اعلیٰ ترین درجے پر پہنچ سکتی تھی۔ اس پر نیاز صاحب نے اسے پہنچا دیا۔ ان کے یہاں ہمارے تمام نثار کی خوبیاں یکجا ہو گئیں ہیں اور انکی نثر پر یہ مصرع پورا اترتا ہے۔

؎ آنکہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پیر حسام الدین راشدی نے کہا:

ان کی معلومات دنیا کی طرح وسیع اور عریض تھیں۔ ان کا مطالعہ سمندر کی گہرائیوں کے برابر گہرا اور عمیق تھا۔ جس چیز پر قلم اٹھایا چاروں سمت پھول اور کلیاں بکھیر کر رکھ دیں۔

حکیم محمد سعید کہتے ہیں۔

نیاز صاحب نے نگار کے ذریعے اُردو اُدب میں نئے رجحانات۔ آزادی فکر اور جراُتِ اجتہاد کی بنیاد ڈالی۔ وہ جیسا سوچتے تھے ویسا ہی لکھتے تھے۔ جیسا محسوس کرتے تھے اور جس بات کو صحیح سمجھتے تھے وہی ظاہر کرتے تھے۔ وہ دل میں کچھ زبان پر کچھ کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات اور جذبات کو پوری سچائی اور جراُت کے ساتھ ظاہر کیا۔ انکی آراء سے اختلاف کیا جاسکتا تھا۔ لیکن ان کی علمی جستجو اور صداقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فیض احمد فیض نے کہا:

نیاز فتحپوری اردو ادب کے دورِ جدید کے معماروں میں سے تھے۔ ہر چند۔ کہ ان کا نام جدید ادب کی کسی مخصوص تحریک سے منسلک نہیں لیکن میری دانست میں ہمارے دور کی قریب قریب سبھی ادبی تحریکیں کسی نہ کسی رنگ میں ان کی گوناگوں تحریروں سے متاثر ہیں۔ نیاز کی وسعتِ معلومات حسنِ نگارش۔ جراُتِ خیال اور دیانتِ اظہار کے محاسن نہ جانے کب ایک ادبی شخصیت میں یکجا ہوں گے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے کہا:

نیاز فتحپوری نے نگار کے ذریعے وہ کام کیا کہ آج نگار کسی رسالے کا نام نہیں رہا بلکہ ایک تہذیبی ادارے اور ایک انجمن کا نام ہے جس نے اُردو ادب کو موڑنے اس میں نئے مزاج کو سمونے اور اسے زمانے کے ساتھ آگے بڑھانے کیلئے نہایت اہتمام بالشان خدمات انجام دی ہیں۔

رئیس امروہوی نے کہا:

نیاز اس عہد کے نابغہ ہیں آج میرے تحویل حافظہ میں اُردو کی جتنی خوبصورت تراکیب جتنے نازک اسالیب بیان اور جسقدر جمیل و حسین ترشے ترشائے الفاظ ہیں ان کا ۵۰ فی صد حصہ حضرت نیاز ہی کے قلم سے مستعار لیا گیا ہے میرا خیال ہے کہ میری نثر پر بھی انہوں نے اثرات ڈالے ہیں۔ نثر کے ساتھ نظم کی خوبصورت پیوندکاری میں نے اس مرحوم سے سیکھی ہے۔

محمد طفیل مدیر نقوش نے کہا:

صاف دل کے ساتھ بے جھجک گفتگو نیاز کا خاصہ تھا۔ انہوں نے اس بات کی کبھی پرواہ نہیں کی کہ مآل کیا ہوگا۔ وہ کافر و زندیق ٹھہرائے گئے۔ تب بھی اپنے مسلک سے نہ ہٹے وہ ادب کی اونچی مسندوں پر بٹھائے گئے تو بھی ان سے بے نیازی کی خو بو نہ گئی۔

ڈاکٹر انور سدید کہتے ہیں:

نیاز نے اپنی ایک آنکھ مغرب کے علوم کی طرف کھولی اور دوسری آنکھ سے مشرق کے مزاج کو محبت کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ نیاز کے ہاں جو توازن ٹھہراؤ اور استقامت نظر آتی ہے وہ ان کے مشرقی مزاج کا حصہ ہے۔ ان کے ہاں اظہار کا جو نیا انداز اور اسلوب کی تازہ کاری اور تجرباتی عمل میں شعراء کے حالات و کوائف سے استفادے کی جو صورت موجود ہے وہ مغرب کی عطا نظر آتی ہے۔ نیاز کی تنقید میں یہ بات بالخصوص متاثر کرتی ہے کہ وہ بڑی شخصیات کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن ان کے مرتبے سے مرعوب نہیں ہونے اور منہدم کرنے کی بجائے تعمیری کوشش کرتے ہیں۔ ان کی تنقید میں ایک خاص قسم کی چمک نظر آتی ہے۔ یہ چمک نفرت کی چمک نہیں بلکہ اس میں وہ شوخ مسکراہٹ موجود ہے۔ جو آگہی اور بصیرت سے پیدا ہوتی ہے۔

عشرت رحمانی کہتے ہیں:

نیاز صاحب عقائد کے معاملے میں نہایت پختہ صاف باطن اور صاف گو ہیں۔ خواہ یہ تعلق خدا کا کیوں نہ ہو اس کے ساتھ ان کا کیش ترک رسوم ہے اور اوہام کی بت شکنی ہمیشہ سے ان کا شعار رہا۔ ہر باطل کے رد کیلئے وہ بڑا شدت سے دلیر اور بے باک نظر آئے۔ کہ کڑی سے کڑی نکتہ چینی اور بڑے سے بڑے خطرہ کی بھی پروا نہ کی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر عبادت بریلوی کہتے ہیں

نیاز پر مشرقی رنگ تنقید کا اچھا خاصا اثر ہے۔ وہ اپنی تنقید میں معنی و بیانات کی اصطلاحات کے علاوہ جدت ادا۔ شوخی بیان۔ ندرت خیال اسلوب بیان۔ طرز ادا۔ تشبیہوں کی جدت بندش اور قوافی اور ردیف وغیرہ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔ وہ پہلے نقاد ہیں جنہوں نے تاثراتی تنقید کی طرف پوری طرح توجہ دی ہے۔ تاثراتی رجحان اور نقطہ نظر نیاز کے وسیلے سے اردو میں آیا۔

ڈاکٹر وزیر آغا کہتے ہیں:

سٹائل کی ظرافت کے سلسلے میں فرحت اللہ بیگ اور فلک پیما کے علاوہ جدید اردو نثر میں نیاز فتحپوری کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ نیاز کی تحریر میں زندگی سے انس اور بغاوت کا ایک حسین امتزاج موجود ہے۔ اور شاید اسی لئے ان کے یہاں فرحت اللہ بیگ اور فلک پیما کی ممتاز خصوصیات یکجا نظر آتی ہیں۔ نیاز زندگی کے قواعد و ضوابط اور تحریکات کو ایک ایسے زاویے سے دیکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ ناظر چونک چونک اٹھتا ہے۔ مگر یہ نیاز کے ظریفانہ سٹائل کی خوبی ہے کہ وہ ناظر کو کسی شدید ردعمل پر آمادہ نہیں ہونے دیتے اور یوں باغی کے لیبل سے محفوظ رہتے ہیں"

عقیدے کے اختلاف کے باوجود علامہ نیاز فتح پوری نے احمدیہ جماعت کا مطالعہ کیا اور اسکے متعلق جو مختلف اوقات میں بیان دئے ان کی ایک جھلک بھی پیش کی جاتی ہے۔

نیاز صاحب لکھتے ہیں:

"لکھنؤ سے چلتے وقت ایک ذہنی یا جذباتی پروگرام میں نے یہ بھی بنایا تھا کہ اس سفر کے دوران اگر قادیان نہیں تو ربوہ ضرور دیکھوں گا۔ جو سنا ہے کسی وقت وادی غیر ذی زرع تھا اور احمدیوں نے اسے ایک متمدن شہر بنا دیا ہے قادیان کا سوال اسلئے سامنے نہ تھا کہ پورا خاندان میرے ساتھ تھا۔ اور ربوہ تو خیر میں کراچی سے تنہا بھی جا سکتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ میرا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ میرے ویزا میں ربوہ درج نہ تھا۔ دوسرے یہ کہ میری صحت اسکی متقاضی نہ تھی کہ موسم گرما میں سفر ریگستان کی جرأت کر سکوں لیکن میری اس پست ہمتی کی تلافی کسی نہ کسی حد تک اس طرح ہو گئی کہ بعض مخلصین سے امرتسر کے سٹیشن پر تبادلہ نگاہ ہو گیا۔ بعض سے لاہور میں یاد اللہ ہو گئی اور جب کراچی پہنچا تو مجھے ایک سے زائد بار ان کو زیادہ قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مل گیا۔ سب سے پہلی چیز جسے میں نے بیّن طور پر محسوس کیا ان کی متانت اور سنجیدگی تھی۔ ان کے ہنستے ہوئے چہرے ان کے بشاش قیافے اور انکی لوئے خوش دلی۔ دوسری بات جس نے مجھے بہت متاثر کیا یہ تھی کہ انہوں نے دوران گفتگو مجھ سے کوئی تبلیغی گفتگو نہیں کی۔ کبھی کوئی ذکر تعلیم احمدیت کا نہیں چھیڑا۔ جو یقیناً مجھے پسند نہ آتا۔ میرا مقصود صرف خاموش نفسیاتی مطالعہ کرنا تھا۔ اور یہ ان کی انتہائی ذہانت سی تھی کہ دونوں عصرانوں میں انہوں نے مجھے اس مطالعے کا پورا موقعہ دیا اور کوئی بات ایسی نہیں چھیڑی کہ مطالعہ نگاہ سے ہٹ کر زبان تک پہنچتا اور میرا زاویہ نظر بدل جاتا۔ اس کا علم تو مجھے تھا کہ احمدی جماعت بڑی باعمل جماعت ہے۔ لیکن یہ علم زیادہ تر سماعی و کتابی تھا۔

اور میں کبھی اسکا تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ کہ ان کی زندگی کی بنیاد ہی سعی و عمل پر قائم ہے اور جدوجہد ان کا قومی شعار بن گیا ہے۔"

ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لائے اور اسکے بعد آپ نے لکھا۔

۲۸، ۲۹ رجولائی کی وہ چند ساعتیں۔ جو میں نے قادیان میں بسر کیں میری زندگی کی وہ گھڑیاں تھیں۔ جنکو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ حیات انسانی کا ہر لمحہ زندگی کا ایک نیا درس ایک نیا تجربہ اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اگر زندگی نام صرف سانس کی آمد و شد کا نہیں بلکہ آنکھ کھول کر دیکھنے اور سمجھنے کا بھی ہے۔ اور ان چند ساعتوں میں جو کچھ میں نے یہیں دیکھا وہ میری زندگی کا اتنا دلچسپ تجربہ تھا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں پچاس سال پیچھے ہٹ کر وہی زندگی شروع کرتا جو قادیان کی احمدیہ جماعت میں مجھے نظر آئی۔ لیکن حیف صد حیف کہ ما دیر خبردار شدیم۔

میں انفرادی حیثیت سے ہمیشہ بے عمل انسان رہا ہوں لیکن مسائل حیات کو جن میں مذہب بھی شامل ہے میں ہمیشہ اجتماعی نظر سے دیکھتا ہوں۔ اور یہ نقطہ نظر میرے ذہن میں حرکت و عمل کے سوا کچھ نہیں۔ پھر یہ داستان بہت طویل ہے کہ پچھلی صدی میں کتنی خانقاہیں اور کتنے خانوادے کتنے ادارے کتنی درسگاہیں اور کتنے جلوہ ہائے منبر و محراب میری نگاہ سے گذرے اور میں کس طرح ان سے بے نیازانہ گذر گیا۔ لیکن اب زندگی میں سب سے پہلی مرتبہ احمدی جماعت کی جیتی جاگتی تنظیم عملی دیکھ کر میں ایک جگہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی زندگی کے اس نئے تجربہ و احساس کو کن الفاظ میں ظاہر کروں۔

فضل عمر پبلک لائبریری مارٹن روڈ کراچی کی افتتاحی تقریب میں نیاز صاحب نے فرمایا "اگر یہ تحریک بے جان ہوتی اور اسکی بنیاد کمزور ہوتی تو دوسری جماعتوں کی طرح یہ بھی ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر تمام دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامت عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ استقامت کسی جماعت میں اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و موسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔"

مولانا محمد منور

کینیا کے چیف قاضی کا اظہار خوشنودی

غالباً ۱۹۷۹ء کی بات ہے۔ نیروبی کے جنرل پوسٹ آفس نے مجھے اطلاع دی کہ آپ کے نام ایک رجسٹری آئی ہے۔ وصول کر لیں۔ میں نے جا کر اسے دیکھا تو بھجوانے والے کا نام شیخ عبداللہ صالح فارسی لکھا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ انہیں مجھے مخاطب کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے میں نے ان کا مکتوب پڑھا۔ انہوں نے لکھا تھا کہ بہت دنوں سے دارالسلام کے ایک پادری کے کچھ سوالات میرے پاس پڑے تھے۔ وہ میں جواب کے لئے آپ کو بھجوا رہا ہوں۔ جلدی جواب ارسال کر دیں۔ کیونکہ بہت دیر ہو چکی ہے

میں نے دفتر واپس آکر اسی وقت جواب ٹائپ کر دیا۔ جواب کی چار نقول بنائیں۔ ایک پادری صاحب کو دارالسلام بھجوائی گئی۔ دوسری مکرم مولانا ملک جمیل الرحمٰن صاحب رفیق مربی انچارج تنزانیا کو ارسال کی گئی اور تیسری محترم شیخ فارسی صاحب چیف قاضی کو ممباسہ بھجوا دی گئی۔

جواب میں میں نے لکھا کہ جناب چیف قاضی صاحب بہت مصروف آدمی ہیں۔ اس قسم کی خدمت کے لئے آپ ہمیں یاد فرما لیا کریں۔ نیز لکھا کہ آپ کے شہر دارالسلام ہی میں ہمارے ایک عالم بھائی موجود ہیں۔ ان سے بھی آپ رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ آپ کے جواب کی ایک نقل ان کو بھی بھجوائی جا رہی ہے تا دوسرے ملک میں سوالات بھجوانے اور کئی روز انتظار کرنے کی زحمت سے آپ بچ جائیں۔

جب جواب کی نقل مکرم مولانا رفیق صاحب کو پہنچی تو انہوں نے فوراً پادری صاحب کو دعوت دی کہ تشریف لا کر بالمشافہ گفتگو کر کے تسلی کر لیں۔ اس دعوت نامہ کی نقل انہوں نے چیف قاضی صاحب کو بھی بھجوائی۔ مگر پادری صاحب نے خاموشی میں سلامتی دیکھی اور جو جواب مل چکا تھا۔ اس پر اضافہ کے طالب نہ ہوئے۔

ہمارے مربی مقیم ممباسہ مکرم مولانا نذیر احمد اختر صاحب شیخ فارسی صاحب سے ملنے کبھی کبھی ان کے دفتر چلے جاتے تھے۔ اس بار جو ملنے گئے تو چیف قاضی صاحب خوشی سے اچھل پڑے۔ فوراً خط و کتابت والی فائل منگوائی اور پادری صاحب کے نام میرے اور مکرم رفیق صاحب کے خطوط دکھلا کر کہا کہ مجھے آپ کے اس باہم رابطہ سے از حد خوشی ہوئی ہے اور میں ہمیشہ عیسائیت کے مقابل پر آپ کی جدوجہد کو قابل ستائش سمجھتا ہوں۔

اس سے بہت سال پہلے بھی جناب شیخ فارسی صاحب نے مکرم مولانا جلال الدین صاحب قمر کو اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ عیسائیت کے جواب میں آپ کی جماعت جو خدمت بجا لا رہی ہے۔ میں دل سے اس کا مداح ہوں۔ آپ یہ خدمت جاری رکھیں۔

سابق چیف قاضی صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ لیکن ان کا یہ نمونہ قابل تقلید ہے کہ جو بات کسی میں اچھی ہے۔ اس کا اعتراف کیا جائے اور جن معاملات میں باہم تعاون ممکن ہو۔ اس سے ہرگز گریز نہ کیا جائے۔ ان کا مجھ سے پادری صاحب کے سوالات کے جواب کی خواہش کرنا ایک قابل تعریف فعل تھا اور اس میں انہوں نے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ اور جب جواب لکھ دیا گیا تو اس کی مناسب رنگ میں تعریف کی۔

دینی معاملات میں جماعت احمدیہ کا تجربہ ایک سو سال پرانا ہے۔ اس لحاظ سے وہ دوسری بہت سی تنظیموں سے آگے ہے۔ جماعت احمدیہ اپنا تجربہ اور مہارت دوسری تنظیموں اور افراد کی خدمت میں پیش کرتی ہے اور اس کے لئے کسی معاوضہ کی طلبگار نہیں۔ دینی تنظیموں کے لئے یہ سنہری پیشکش ہے۔ انہیں اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور جہاں جہاں ان کے کارکن نہیں پہنچ سکتے یا ان میں اتنی صلاحیت نہیں کہ وہ احسن رنگ میں ملک و وطن کی خدمت کر سکیں۔ انہیں جماعت احمدیہ سے خدمت لینے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ مسلمانانِ کینیا کے سابق چیف قاضی صاحب کی درخشندہ مثال میں ہمارے

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعارف

اسلام اِن انڈیا اینڈ پاکستان

ISLAM IN INDIA AND PAKISTAN

کتاب چھپی تو ۱۹۲۹ء میں تھی۔ اس کے بعد ۲۵ سال گزرنے پر مصنف نے اس پر نظرثانی کی بنیادی طور پر یہ ڈاکٹریٹ کے لئے ایک مقالہ تھا اور وہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھنے کے لئے انہیں ۱۹ سال اس موضوع پر تحقیق کرنی پڑی اُن دنوں وہ بدایوں۔ ہندوستان میں تھے۔

مصنف کا نام مرے۔ ڈی۔ ٹائٹس ہے اور کتاب وائن بک کمپنی کراچی نے شائع کی ہے۔ اس کے ۳۲۸ صفحات ہیں اور ۲۵۰ روپے یا ۲۰ ڈالر اس کی قیمت ہے۔ مرے ٹائٹس کا ادعا یہ ہے کہ یہ ایک مذہبی تاریخ ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور عیسائیوں کے مصنفین کی دوسرے مذاہب کے متعلق تحقیق اور دانش وری کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ اس کے موضوعات کو بحث تمحیص کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دراصل اس کتاب میں مسلمانوں کے ان حملوں کا ذکر ہے جو برصغیر پر کئے گئے اور جس طرح امن و امان کی صورت میں انہوں نے یہاں نفوذ کیا اور مذہبی زندگی کو منظم کیا۔ مسلم ہندوستان میں اقلیتی فرقوں کا بھی اس میں ذکر موجود ہے۔ صوفی تحریک کا بھی اور اسلام پر ہندوانہ خیالات کے نتائج بھی اس میں پیش کئے گئے ہیں۔

کتاب واقعی خاصی تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بات ماننی پڑے گی کہ لکھی ویسے ہی گئی ہے۔ جیسے ایک پادری تاریخ کا مطالعہ کرکے اور حالات و واقعات کو ترتیب دے کر مخالفانہ نظریے کے پیش نظر کوئی چیز لکھتا ہے۔ اگرچہ ذکر تو اس بات کا کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں اسلام امن و امان کے ساتھ پھیلا لیکن جہاں تک مسلمانوں کے برصغیر پر حملوں کا تعلق ہے اور یہاں مختلف خاندانوں کی حکومتوں کے قیام کا ذکر ہے یہ باتیں خاص طور قاری کے ذہن پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ اس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ مندر گرائے گئے۔ ہندو فوجی قتل کئے گئے تلوار کے زور پر لوگوں کے دل بدلنے کی کوشش کی گئی۔

اگرچہ صوفیوں کا بھی ذکر ہے اور اس بات کا بھی کہ دونوں مذہبوں کے آپس کے تعلقات میں تجارت بھی بہتر رنگ میں متاثر ہوئی۔ مصنف کہتے ہیں کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے آپس کے رابطے ہمیشہ اس قسم کے رہے کہ یا ایک دوسرے سے لاتعلق رہے یا ایک دوسرے کو برداشت نہیں کیا گیا۔

وہ کہتا ہے کہ محمد بن قاسم نے ہندو برہمنوں کے جبرًا ختنے کروائے۔ قطب الدین ایبک نے ایک ہزار مندر گرائے، اورنگ زیب نے انتہائی تعصب کا اظہار کیا اور اسی طرح ٹیپو سلطان نے اور دوسرے لوگوں نے بھی مختلف طریقوں سے ہندوؤں پر مظالم ڈھائے۔ ان ساری باتوں کو پیش کرنے کے لئے وہ مسلمانوں کی لکھی ہوئی پرانی تاریخوں اور یورپین ماخذ کا سہارا لیتا ہے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے خاصا مطالعہ کیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی بات تجزیے یا تنقید کے طور پر نہیں کہی۔ اگرچہ اکثر باتیں جو اس نے کتاب میں لکھی ہیں۔ انہیں درست ماننا پڑتا ہے لیکن یہ بات کہ بزور شمشیر مذہب کو پھیلایا گیا یہ بات باقی تمام باتوں پر حاوی ہو جاتی ہے۔ یہ بات ہرگز درست نہیں ہے کہ ہندوستان میں اسلام حملوں کے ذریعے پھیلایا گیا۔ جس طرح کہ لاطینی امریکہ۔ فلپائن اور افریقہ میں عیسائیت پھیلی۔ لیکن مغرب کے مؤرخین نے ہمیشہ یہی انداز اپنایا ہے اور انہوں نے بھی تحقیق کو اس نہج پر اختیار نہیں کیا کہ وہ غلط ثابت ہونے والی باتوں کو غلط کہہ سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ پوری طرح مطالعہ کریں اور تجزیے پر عمل کریں تو انہیں صاف نظر آئے گا۔ کہ اسلام کے پھیلنے کی بنیاد قرآن مجید کی عملی تعلیمات میں ہے۔

اگرچہ اس کتاب میں صوفی تحریکوں کا ذکر کیا گیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مصنف اس بات کو سمجھا ہی نہیں کہ اسلام میں صوفی ازم کیا ہے۔ اس نے ایسی تحریکوں کو عیسائیوں کی رہبانی تحریکوں کے ساتھ جوڑا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہندوستان پر صوفی تحریکوں کا گہرا اثر ہے اور کہ موجودہ مسلمان آبادی کا اکثر حصہ ان صوفیوں کے ذریعے اس مذہب میں داخل ہوا تھا

برصغیر کی تاریخ کے متعلق یہ کہنا کہ بادشاہوں اور فاتحین کے زیر اثر تو بہت کچھ ہوا اور ان عوام الناس نے کچھ نہ کیا جن کی وجہ سے حقیقتاً لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ غلط تاثر دینے والی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق اسی وقت تحقیق کہی جا سکتی ہے جب انسان حالات اور واقعات کو جمع کرکے اپنی طرف سے اس کی تجزیہ نگاری کرے اور اپنے ضمیر کے مطابق جو سچی بات ہو اسے سچ کہے اور جو بات اس کے خیال اور نظریے کے مطابق غلط ہو اسے غلط کہنے سے نہ ہچکچائے۔

(ن۔س)

تلفّظ

جمیل الرحمٰن رفیق

آج کی فرصت میں خاکسار مزید چند الفاظ کے تلفظ کے بارہ میں اِختصار سے کچھ عرض کرے گا مگر مقدمے کے طور پر خاکسار مندرجہ ذیل گزارشات اُن الفاظ کے ذکر سے پہلے پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے۔

ایک زبان کا لفظ جب دوسری زبان میں جاتا ہے تو اُس میں بعض شرائط کی بنا پر کچھ تبدیلی ہو سکتی ہے اِس تبدیلی کی عمومی بنیاد زیرِ بحث دو زبانوں میں اسلوب تلفظ کا فرق ہوتا ہے جس زبان میں کوئی لفظ دخیل ہوتا ہے اِس زبان کے صوتی مزاج کے مطابق اس کے تلفظ کو ڈھال لیا جاتا ہے۔ ایسی تبدیلی درحقیقت ناگزیر ہوتی ہے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

مثلاً سواحیلی زبان کا صوتی مزاج یہ ہے کہ ہر لفظ VOWEL پر ختم ہوتا ہے بہت ہی شاذ طور پر چند الفاظ ایسے ہیں جو VOWEL پر ختم نہیں ہوتے اور یہ چند الفاظ بھی نظم میں بالعموم آخر پر VOWEL حاصل کر ہی لیتے ہیں۔ بلکہ نثر میں بھی اگر VOWEL آخر پر شامل کر دیا جاوے تو کوئی خاص حرج نہیں سمجھا جاتا۔ بہر حال سواحیلی زبان کا مزاج یہ ہے کہ آواز VOWEL پر ختم ہو یہی وجہ ہے کہ جب بعض عربی الفاظ مثلاً عشرین (بیس) سواحیلی میں دخیل ہوا تو اِس میں سواحیلی تلفظ کے اسلوب کے مطابق آخر میں ایک VOWEL شامل کر دیا گیا اور لفظ میں تبدیلی ہو گئی۔ عربی عشرین کا عشرِینی ISHRINI بن گیا۔

یہی حال اُن بہت سے فرانسیسی الفاظ کا ہے جو انگریزی میں دخیل ہوئے اِن کے تلفظ کو انگریزی تلفظ کے سانچے میں ڈھال لیا گیا۔

مگر یہ کہنا کہ مَشعل کا تلفظ اُردو اسلوبِ تلفظ کے مطابق نہیں، لہٰذا اُردو دان عربی مَشعل کو اُردو میں مِشعل پڑھیں گے بالکل غیر منطقی ہے۔ مَشعل کا تلفظ اردو اسلوبِ تلفظ، اُردو کے صوتی مزاج کے مخالف نہیں۔ مَشعل کے وزن پر کئی اور الفاظ ہیں جو کہ اُردو میں اسی وزن پر مستعمل ہیں، مثلاً مَقتل، مَنظر وغیرہ جب ایک لفظ دوسری زبان میں جاتا ہے تو اِس میں تبدیلی برائے تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ اِس کی وجہ ہوتی ہے۔

اب دیکھیں کہ عربی میں ض کی جو آواز ہے وہ اُردو میں موجود نہیں۔ عربی میں ض، ظ، ذ اور ز میں سے ہر ایک کی آواز قطعاً الگ ہے۔ ایک عرب جب ضَلَّ (وہ گمراہ ہو گیا) ظَلَّ (وہ سایہ دار ہو گیا) ذَلَّ (وہ ذلیل ہو گیا)، زَلَّ (وہ پھسل گیا) ادا کرے گا تو صاف الگ الگ ہر لفظ کا تلفظ سنائی دے گا جبکہ ایک اُردو دان، اُردو کے صوتی مزاج کے مطابق اِن الفاظ کو ادا کرے گا تو ہر ایک کا تلفظ زَلّ ہی سنائی دے گا۔ یہ اُردو میں قابلِ قبول ہے بوجہ مذکورہ بالا مگر اس وجہ کو بنیاد بنا کر اِن الفاظ کے لکھنے میں تغیر نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو ض ظ، ذ اور ز سے ہی لکھا جائے گا یعنی جس قدر تبدیلی ناگزیر ہے اُسی قدر کی جانی مناسب ہے۔ محض تبدیلیٔ زبان کو تبدیلیٔ تلفظ کی بنیاد بنانا غیر منطقی ہے یہ ٹھیک ہے کہ مستند اہل زبان جس تلفظ کو اپنا لیں وہی رائج ہو جاتا ہے (آج کل تو غیر مستند اہل زبان کے تلفظ کو بھی اپنایا جا رہا ہے) مگر اس باب میں عوام الناس مجبور ہیں وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کا اعتماد "مستند اہل زبان" پر ہوتا ہے اب یہ "مستند اہل زبان" پر ہے کہ وہ عوام کے اعتماد کا جواب کس طرح دیتے ہیں۔ ان مستند اہلِ زبان کا فرض ہونا چاہیے کہ دخیل

باقی ص ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ مکرم چوہدری محمد حسین صاحب چک نمبر ۲۶، ج ب کلاں فیصل آباد کی آنکھ کا اپریشن ہوا ہے۔

○ مکرم عبدالرحیم صاحب (فورمین PAF کراچی) کو ۱۰، اکتوبر کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ اب ہسپتال سے گھر آگئے ہیں۔

○ مکرم منور شاہ صاحب موضع چھنیاں کی والدہ محترمہ نظامی بیگم صاحبہ بیمار ہیں۔

○ مکرم محمد رفیع صاحب گجراتی۔ ربوہ کی اہلیہ محترمہ ثریا آصفہ صاحبہ کو لاہور میں شدید چوٹیں آئی ہیں۔ وہ شاہدرہ میں زیر علاج ہیں۔

○ مکرم عبداللطیف اوورسیر کی اہلیہ محترمہ کی ٹانگ کی ہڈی گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

○ ایم اے اور ایم ایس سی کے فائنل امتحان ۱۰، نومبر ۹۰ء کو شروع ہو رہے ہیں۔ قارئین تمام احمدی طلباء و طالبات کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا کریں۔

○ مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب جو آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔ گذشتہ دنوں بعارضہ ٹائیفائڈ بہت بیمار ہو گئے تھے اور ایک ہفتہ کے قریب ہسپتال میں داخل رہے۔ ابھی ہسپتال سے گھر واپس آئے ایک دو روز ہی ہوئے تھے کہ دل کا شدید حملہ ہوا۔ جس کی وجہ سے پھر ہسپتال میں داخل ہیں۔

احباب ان سب کیلئے دعا کریں۔

سانحہ ارتحال

○ مکرم چوہدری محمد شریف صاحب گوداریہ ساکن چک ۱۶۹/۷۔R، ضلع بہاول نگر ۲۸، اکتوبر ۱۹۹۰ء بعمر ۷۰ سال مختصر سی علالت کے بعد وفات پا گئے۔ وہ مکرم مولوی محمد شفیع صاحب گوداریہ صدر جماعت احمدیہ چک ۱۶۹/۷۔R کے بھائی تھے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

لجنات متوجہ ہوں

تجنید کی نئی فہرستیں بھجوانے کی تاریخ ۳۰ ستمبر مقرر کی گئی تھی۔ جو اب تک بہت کم مجالس کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ جن مجالس نے فہرستیں نہیں بھجوائیں براہ کرم ۳۰، دسمبر تک بھجوا دیں۔ تاکہ ہر لجنہ کی نئی تجنید کا علم ہو جائے جن کے پاس فارم نہ ہوں وہ لکھ کر منگوا لیں۔

سیکرٹری تجنید لجنہ پاکستان

قابل اور مستند اساتذہ کی فوری ضرورت

جماعت احمدیہ کے ایسے بی اے۔ بی ایس سی، بی ایڈ یا کوئی اور تعلیمی ٹریننگ کی ڈگری یا ڈپلومہ رکھنے والے نوجوان یا ریٹائرڈ افراد (مرد و خواتین) جو نرسری سکولوں میں بچوں کی تعلیم و تدریس کی قابلیت یا تجربہ رکھتے ہوں نیز خدمتِ سلسلہ کا ولولہ اور شوق بھی رکھتے ہوں۔

حسب ذیل کوائف کے ساتھ نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو فوری طور پر مطلع فرما دیں۔ جن کو خدمت کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ انہیں اُن کی تعلیمی اسناد اور قابلیت کے مطابق مشاہرہ دیا جائے گا۔

رہائش کا انتظام اُن کا اپنا ہو گا۔ انٹرویو کے لئے اپنے خرچ پر آنا ہو گا۔ حسب ذیل کوائف بھجوانے ضروری ہیں۔

(۱) نام
(۲) ولدیت
(۳) پورا پتہ
(۴) تمام تعلیمی اسناد و سرٹیفکیٹ یا ڈپلومہ کی فوٹو سٹیٹ نقول بالخصوص میٹرک کی سند کی نقل۔

یہ درخواستیں ۳۰، نومبر ۱۹۹۰ء تک ضرور بھجوا دی جائیں۔

ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ

سیکرٹریان تعلیم متوجہ ہوں

تمام جماعتوں کے سیکرٹریان تعلیم فوری طور پر دفتر نظارت تعلیم سے رابطہ کریں۔ نیز جب بھی ربوہ آئیں تو دفتر تشریف لا کر ملیں۔

ناظر تعلیم
صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ

تقریری مقابلہ سالانہ اجتماع انصار اللہ ۱۳۶۹ھش / ۱۹۹۰ء

قیادت تعلیم کے زیر اہتمام مجلس انصار اللہ پاکستان کے سالانہ اجتماع ۱۳۶۹ھش / ۱۹۹۰ء کے موقع پر انصار کے مابین ایک تقریری مقابلہ منعقد ہو گا۔ اس مقابلہ کے لئے عناوین مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سیرت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
۲۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ۔
۳۔ صبر و استقامت۔

ہر مقرر کو چار سے پانچ منٹ دیئے جائیں گے۔

ناظمین اضلاع / زعماء کرام علاقائی اور مقامی اجلاس میں تقریری مقابلے منعقد کرا کے دو بہترین مقررین کو مرکزی مقابلہ میں بھجوائیں گے۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)

امتحان سوم سنہ ۱۹۹۰ء برائے انصار اللہ

تمام مجالس انصار اللہ کو پرچہ امتحان براہ راست بھجوا دیا گیا ہے۔ اگر کسی مجلس یا ناصر کو پرچہ نہ ملا ہو تو فوری طور پر مرکزی دفتر کو اطلاع دے کر پرچے منگوا لیں۔

ناظمین کرام کوشش کریں کہ اس امتحان میں ضلع کی کوئی ایک مجلس بھی نمائندگی کے بغیر نہ رہے۔

زعماء کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی مجلس کے گزشتہ امتحان میں شرکاء کی تعداد سے کم از کم بیس فیصد زائد انصار کو شریک امتحان کریں۔

(قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ)

بقیہ: صہ ۶ سے آگے

الفاظ میں بے جا طور پر تبدیلیاں نہ کریں صرف جائز تبدیلیاں کریں جن کے بغیر چارہ نہیں تاکہ اُردو میں "اردویت" (یا اُردویت) قائم رہے اور لفظ کا اصلی تلفظ بھی جہاں تک ممکن ہو۔

عربی اُم الالسنہ ہے لہٰذا جس قدر عربی الفاظ کو جو اُردو میں دخیل ہوں اپنے مأخذ کے قریب تر رکھا جائے وہی انسب ہے عربی لہجہ الگ ہے اردو لہجہ سے مگر زبر، زیر، پیش وغیرہ لہجے سے الگ امر ہے اردو میں زبر، زیر اور پیش موجود ہیں جس طرح عربی میں ہیں گو اِن کی آوازیں عربی میں تدرے مختلف ہیں لہٰذا اُردو میں دخیل الفاظ کی تشکیل (زبر زیر، پیش) کو بدلنا مناسب نہیں۔

اب خاکسار ذیل میں چند الفاظ کے تلفظ کے بارہ میں کچھ عرض کرتا ہے

(۱) مَحَبّت: یہ لفظ م کی زبر سے ہے مگر بالعموم م کی پیش سے ادا کیا جاتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اب جو اُردو کی کتب سکول کے بچوں کے لئے چھپ رہی ہیں ان میں صحیح تلفظ کی وضاحت کر دی گئی ہے اور "مَحبت" لکھتے وقت واضح طور پر م پر زبر لکھی گئی ہے اسی طرح مَشقت مَسرت، مَودّت وغیرہ میں بھی م پر زبر ہے ہاں مُروت میں م پر پیش ہے اِس کا عربی تلفظ مُروءة ہے۔

(۲) مُباہلہ: یہ ہ کی زبر سے ہے عام طور پر اسے مباہِلہ پڑھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ مباہِلہ کا معنیٰ ہے مباہلہ کرنے والی عورت یا جماعت اسی طرح مُناظرہ، مقاطعہ میں بھی ظ اور ط پر زبر ہے۔

(۳) مُثبت: آج کل ٹی وی پر اس کا تلفظ جو رائج ہے وہ م کی زبر سے ہے (مَثبت) حالانکہ صحیح تلفظ م کی پیش سے ہے ڈر ہے کہ چند سال تک اگر یہی حال رہا تو "مستند اہلِ زبان" کے اپنا لینے کی وجہ سے اِس کا اُردو تلفظ مَثبت ہی نہ بن جائے ابھی سے اس کی روک تھام کی ضرورت ہے۔

(۴) مقصِد: قریباً سو فیصد اُردو دان اسے ص کی زبر سے ادا کرتا ہے اصل میں ص کی زیر سے ہے اردو تلفظ کے مزاج کے خلاف بھی نہیں ص کی زیر ایک اُردو دان کے لئے مقصِد ادا کرنا کوئی مشکل نہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ مقصَد کہنے میں کیا زائد مزہ ہے۔

(۵) نَماز: یہ فارسی لفظ ہے اور ن کی زبر سے ہے۔ بعض لوگ نِماز (ن کی زیر سے) ادا کرتے ہیں۔

بقیہ: صہ ۵ سے آگے

بہت سی مشکلات کا حل مضمر ہے۔

جماعت احمدیہ ایک وسیع علمی خزانہ کی مالک ہے۔ عملی میدان میں بھی اس کا کام نتیجہ خیز اور قابل تعریف ہے۔ اہل دانش کا فرض ہے کہ وہ اس قیمتی خزانہ سے استفادہ کریں اور خدا تعالیٰ کا شکر بجا لائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نڈر اور بہادر بن کر دین کی خدمت کیلئے آگے بڑھو

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی رہے) نے فرمایا:

"ایک اور مشکل جو بسا اوقات کمزور انسان کے قدم کو ڈگمگا دیتی اور اسے اپنے آپ کو قربانیوں کی آگ میں جھونکنے سے روکتی ہے۔ وہ مالی مشکلات ہیں۔ ایک طرف دنیا اپنے پورے حسن کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور دوسری طرف خداتعالیٰ کا دین اسے آواز دے رہا ہوتا ہے کہ آؤ اور میری مدد کرو وہ دنیا کی طرف جھانکتا ہے تو وہ اسے مال و دولت اور زیب و زینت کے ساتھ آراستہ و پیراستہ نظر آتی ہے اور دین کی طرف دیکھتا ہے تو وہاں اسے روپوں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی۔ یہ دیکھ کر ایک کمزور انسان کا دل دہل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں خدا کے لئے اپنی زندگی کو کس طرح وقف کر دوں۔ میں نے خدا کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو میں بھوکا مر جاؤں گا۔ میرے بیوی بچے کیا کھائیں گے۔ ہم اپنا معیار زندگی کس طرح قائم رکھ سکیں گے اور اگر یہ لالچ اس کے دل میں غالب آجاتی ہے تو وہ خداتعالیٰ کے دین کی خدمت سے محروم ہو جاتا ہے .... اس بدظنی کو اپنے دل سے نکال دو۔ تمہارا خدا سمیع اور علیم ہے۔ اگر تم سچے دل سے خدا تعالیٰ کو پکارو گے اس وجہ سے کہ وہ تمہارے حالات کو جانتا ہے وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے گا اور تمہیں ہر قسم کی مشکلات سے نجات دے گا۔ پس ان وساوس میں اپنی زندگی مت بسر کرو۔ بلکہ نڈر اور بہادر بن کر خداتعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے آگے بڑھو۔"

خوشخبری

صارفین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہم نے دوبارہ مفردات۔ مرکبات۔ عرقیات۔ مربہ جات کی سیل شروع کر دی ہے۔ ہر قسم کی صاف ستھری۔ سستی خالص اور معیاری اشیاء خریدنے کے لئے جدید دواخانہ خدمت خلق گولبازار۔ ربوہ پر تشریف لائیں۔

مینجر

جدید دواخانہ خدمت خلق

گولبازار۔ ربوہ فون نمبر ۶۵۹

پوسٹ کوڈ نمبر ۳۵۴۶۰

خبریں

ملکی خبریں

○ قومی اسمبلی کے سپیکر کے طور پر سابق صدر ایوب خان کے صاحبزادے مسٹر گوہر ایوب کو منتخب کر لیا گیا ہے۔ ڈپٹی سپیکر کے عہدے پر مسٹر نواز کھوکھر کا انتخاب عمل میں آیا۔ دونوں کا تعلق آئی جے آئی سے ہے۔ سپیکر نے ۱۴۶۔ اور ڈپٹی سپیکر نے ۱۴۳۔ ووٹ حاصل کئے۔ ان کے مقابلے میں پیپلز ڈیموکریٹک الائنس کے امیدواروں نے ۴۷، ۴۷ ووٹ حاصل کئے۔

○ بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری سمیت پی ڈی اے کے ارکین قومی اسمبلی نے حلف اٹھا لیا۔

○ پیپلز پارٹی نے سندھ اسمبلی کے اجلاس سے بھی واک آؤٹ کر دیا۔ واک آؤٹ کی وجہ یہ ہے کہ پی ڈی اے کے دو ارکین کو حلف اٹھانے کیلئے اسمبلی میں نہیں لایا گیا۔ ان میں سے ایک گرفتار ہیں۔ جبکہ دوسرے کی گرفتاری کیلئے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔

○ پاکستان میں انتخابی عمل کا جائزہ لینے والے ادارے این آئی ڈی کے مبصرین نے کہا ہے کہ انہوں نے انتخابات کے بارے میں کوئی سرٹیفکیٹ نہیں دیا۔ ان کے بیان کو غلط معنی پہنائے جا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ انتخابات کا حلقہ وار تجزیہ کر رہے ہیں

○ محترمہ بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنے طفیلی سیاستدانوں کو اپنے سامنے پریڈ کرتا دیکھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مارشل لاء نہیں چاہتے۔ جمہوری عمل جاری رہا تو ہم جلد واپس آجائیں گے۔

○ میاں نواز شریف نے کہا ہے کہ پرامن مقاصد کیلئے جوہری پروگرام جاری رکھا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھارت کیساتھ پرامن تعلقات چاہتے ہیں لیکن مسئلہ کشمیر طے کئے بغیر ایسا دشوار معلوم ہوتا ہے

○ پاکستان نیشنل پارٹی اور جمیعت العلمائے اسلام نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر تاج محمد جمالی کو آئی جے آئی کا پارلیمانی لیڈر منتخب کر لیا گیا تو وہ آئی جے آئی کی حمایت کریں گے۔

○ پاکستان نے نیوزی لینڈ کے خلاف دوسرا ایک روزہ میچ جیت لیا ہے۔

غیر ملکی خبریں

○ بھارت میں کٹر بنیاد پرست ہندوؤں نے اجودھیا میں بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر تعمیر کرنے کی مہم کو فی الحال معطل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ لاکھوں ہندو بنیاد پرست گذشتہ کئی روز سے اجودھیا میں جمع ہیں اور متعدد بار زبردستی بابری مسجد کے احاطے میں داخل ہو کر مسجد کو شہید کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ پولیس اور فوج نے علاقے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے بھارت کے مختلف علاقوں میں شدید فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہو چکی ہے۔ گذشتہ چند روز میں ۳۰۰ سے زائد افراد اس ضمن میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ بنیاد پرست ہندوؤں نے یہ فیصلہ اس یقین دہانی کے پیش نظر کیا ہے کہ تین دن کے بعد ان کو اس علاقے میں داخل ہو کر پرارتھنا کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

○ ایران نے بابری مسجد کے مسئلے پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے اور بھارتی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ بابری مسجد اور مسلمانوں کے تحفظ کا انتظام کیا جائے

○ شام کا پہلا بکتر بند دستہ کثیر الملکی فوج میں شامل ہونے کے کیلئے سعودی عرب پہنچ گیا ہے۔ اسمیں ۱۰۰ سے زائد ٹینک اور ڈھائی ہزار فوجی شامل ہیں۔ اس سے قبل شام کے تین ہزار فوجی سعودی عرب پہنچ چکے ہیں اور شام مزید فوج کو سعودی عرب بھجوائے گا۔

○ مقبوضہ عرب علاقوں میں فلسطینیوں کی جدوجہد، ۲۱ فلسطینیوں کی شہادت کے بعد مزید تیز ہو گئی ہے۔ تازہ مظاہروں میں ایک فلسطینی شہید اور ۱۵۰ زخمی ہو گئے ہیں۔